باب 5

اداروں کا طریقۂ کار

(WORKING OF INSTITUTIONS)

© NCERT not to be republished

عمومی جائزہ

جمہوریت محض یہ نہیں ہوتی کہ لوگ بس اپنے لیے حکمرانوں کا انتخاب کرلیں۔ جمہوریت میں حکمرانوں کو چند اُصولوں اور طریقۂ کار پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ یہ باب جمہوریت میں ایسے ہی اداروں کے طریق کار کے بارے میں ہے۔ ہم اپنے ملک میں رائج اس طریقہ پر نظر ڈالتے ہوئے، جس میں کہ بڑے بڑے فیصلے کیے جاتے ہیں اور نافذ کیے جاتے ہیں، سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ان فیصلوں کے سلسلے میں اختلافات کس طرح طے کیے جاتے ہیں۔ اس عمل میں ہمارا سابقہ تین ایسے اداروں سے ہوگا جو فیصلے لینے میں اہم کردار نبھاتے ہیں۔ یہ تین ادارے مقنّنہ، عاملہ اور عدلیہ ہیں۔

آپ اپنی ابتدائی کلاسوں میں ان اداروں کے بارے میں کچھ نہ کچھ علم حاصل کر چکے ہوں گے۔ یہاں ہم انھیں نہایت ہی اختصار کے ساتھ بیان کریں گے اور بڑے سوالات پوچھنے کے لیے آگے بڑھیں گے۔ ہم ہر ادارے کے معاملے میں یہ پوچھتے ہیں: یہ ادارہ کیا کام کرتا ہے؟ یہ ادارہ دوسرے اداروں سے کس طرح وابستہ ہے؟ وہ کون سی خاصیت ہے جو اس کے طریق کار کو کم و بیش جمہوری بناتی ہے۔ یہاں یہ سمجھنا بنیادی مقصد ہے کہ یہ تمام ادارے ایک ساتھ مل کر حکومت کی ذمہ داریاں کس طرح نبھاتے ہیں۔ بعض اوقات ہم ان اداروں کا موازنہ دوسری جمہوریتوں میں موجود ایسے ہی اداروں کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس باب میں ہم قومی سطح کی حکومت کے طریقۂ کار سے متعلق مثالیں لیں گے جسے مرکزی حکومت، یونین حکومت یا صرف حکومت ہند کہا جاتا ہے۔ اس باب کو پڑھنے کے دوران آپ اپنی ریاست میں حکومت کے طریق کار سے مثالوں پر غور کرسکتے ہیں اور اُن پر بحث کرسکتے ہیں۔

5.1 اہم پالیسی کا فیصلہ کس طرح کیا جاتا ہے؟
(HOW IS A MAJOR POLICY DECISION TAKEN?)

سرکاری احکام (A Government Order)

13 اگست 1990 کو حکومت ہند نے ایک فرمان جاری کیا اسے آفس میمورینڈم کہا جاتا تھا۔ ہر سرکاری فرمان کی طرح اس کا نمبر 'O.M.No. 36012/31/90-Est. (SCT)، مورخہ 13.8.1990 تھا۔ وزارت برائے عملہ، عوامی شکایات اور پنشن کے شعبۂ میں عملے اور تربیت کے ایک اعلیٰ افسر جوائنٹ سکریٹری کے دستخط تھے۔ یہ فرمان بہت مختصر تھا، بس مشکل ہی سے ایک صفحہ کا تھا۔ یہ اُسی معمولی سرکلر یا نوٹس کی طرح تھا جس کو آپ نے اپنے اسکول میں دیکھا ہوگا۔ حکومت مختلف معاملات پر روزانہ

شعبہ عملہ وتربیت، حکومت ہند، آفس میمورینڈم نمبر (SCT) 36012/31/EST90-Est. مورخہ 13 اگست 1990

موضوع: سول عہدوں/خدمات میں سماجی اور تعلیمی طور پر پسماندہ طبقات کے لیے 27% ریزرویشن۔

متنوع ومخلوط سماج میں جیسا کہ ہمارا ہے، آئین میں پنہاں سماجی انصاف کے مقصد کی ابتدائی حصولیابی ضروری ہے۔ دوسرے پسماندہ طبقات سے متعلق کمیشن جسے منڈل کمیشن کہا جاتا ہے۔ اس مقصد کے مدنظر ت کی حکومت کے ذریعہ قائم کیا گیا تھا جس نے 31 دسمبر 1980 کو حکومت ہند کو اپنی رپورٹ داخل کر دی تھی۔

2۔ حکومت نے کمیشن کے ذریعہ سماجی اور تعلیمی طور پر پسماندہ طبقات کو فوائد کی توسیع سے متعلق قائم کی گئی رائے کے سلسلے میں موجودہ سیاق وسباق میں کمیشن کی رپورٹ اور سفارشات پر باریکی سے غور وخوص کیا اور اس کا واضح نظریہ ہے کہ مرکزی اور ان کے پبلک اداروں کی خدمات میں اس طرح کے طبقات کو شروع میں مخصوص وزنیت فراہم کی جانی چاہئے۔ اس کے مطابق درج ذیل احکامات جاری کئے جاتے ہیں۔

(i) حکوت ہند کے تحت سول عہدوں اور خدمات میں 27% خالی اسامیاں SEBC کے لیے ریزرو ہوں گی۔

(ii) مذکورہ ریزرویشن سیدھے طور پر بھری جانے والی خالی جگہوں کے لیے

شعبہ عملہ وتربیت، حکومت ہند، آفس میمورینڈم نمبر 36012/22/93-Est.(SCT) مورخہ 8.9.1993

موضوع: حکومت ہند کے تحت سول عہدوں اور خدمات میں دیگر پسماندہ طبقات کے لیے ریزرویشن

زیر دستخطی کو یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ حکومت ہند کے تحت سول عہدوں اور خدمات میں سماجی اور تعلیمی طور پر پسماندہ طبقات کے لیے ریزرویشن سے متعلق اس شعبے کے آفس میمورینڈم نمبر (SCT)-36012/31/90-Est مورخہ 13 اگست 1990 اور 25 ستمبر 1992 سے رجوع کرے اور اندرا ساہنی اور دیگر بنام مرکزی حکومت اور دیگر کیس (حکم جاری کرنے کے لیے عرضی) سپریم کورٹ کے فیصلے کی پابندی کرنے کی غرض سے (سول نمبر 930 کی 1990) میں حکومت ہند کے ذریعہ حکومت ہند کے تحت سول عہدوں اور خدمات میں دیگر پسماندہ طبقات کے فوائد سے سماجی طور پر ترقی یافتہ افراد/طبقات کو خارج کرنے کے لیے معیار (کسوٹی) بنانے کی سفارش کے لیے ایک ماہر کمیٹی کی تقرری کرے۔

© NCERT not to be republished

ایسے سینکڑوں احکامات جاری کرتی ہے لیکن یہ حکم بہت اہم ثابت ہوا اور جو کئی سال تک اختلاف کا ذریعہ بنا۔ آیئے دیکھیں کہ فیصلہ کس طرح کیا گیا اور اس کے بعد کیا ہوا۔

اس حکم نامے میں ایک اہم پالیسی کے فیصلہ کا اعلان ہوا۔ اس میں تحریر یہ تھا کہ حکومتِ ہند کے تحت سرکاری ملازمتوں اور خدمات میں 27 فیصد آسامیاں سماجی اور معاشی طور سے پسماندہ طبقات (ایس ای بی سی) کے لیے محفوظ ہیں۔ اس وقت تک ملازمت کی یہ راحت صرف درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل کو ہی حاصل تھی۔ ایک نیا تیسرا زمرہ جس کا نام ایس ای بی سی (SEBC) تھا شروع کیا گیا تھا۔ صرف پسماندہ طبقات سے وابستہ افراد ہی ملازمتوں کے 27 فیصد اس کوٹے کے لیے اہل تھے اور دوسرے ان ملازمتوں کے لیے مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔

فیصلہ کرنے والے (The Decision Makers)

یہ میمورینڈم جاری کرنے کا فیصلہ کس نے کیا؟ یہ بات تو واضح ہے کہ اتنا بڑا فیصلہ وہ شخص تو نہیں کر سکتا تھا جس نے اس پر دستخط کئے تھے۔ یہ افسر تو محض وزیر عملہ، عوامی شکایات اور پنشن (Minister of Personal, Public Grievances and Pensions) کی جانب سے دی گئی ہدایات کو نافذ کر رہا تھا جس کا دفتر اس کا ایک حصہ تھا۔ جب یہ احکامات جاری کئے گئے تو یہ وزارت وزیر اعظم کے ہاتھ میں تھی۔ اس سے ہم اندازہ یہ لگا سکتے ہیں کہ ایسے اہم فیصلوں میں ہمارے ملک کے دوسرے اہم کارکنان بھی شامل ہوں گے۔ آپ نے ان میں سے چند کے بارے میں اپنی سابقہ کلاس میں پڑھا ہوگا۔ آیئے ہم چند اُن اہم نکات کی یاددہانی کراتے ہیں جن کے بارے میں آپ نے اُس وقت معلومات حاصل کی تھیں۔

- صدر **ریاست** کا سربراہ ہوتا ہے اور یہ ملک میں اعلیٰ ترین رسمی مقتدرہ (Authority) ہے۔
- وزیر اعظم **حکومت** کا سربراہ ہوتا ہے جو عملاً تمام حکومتی اختیارات استعمال کرتا ہے۔ کابینی اجلاس میں زیادہ تر فیصلے وہی کرتا ہے۔
- ہماری پارلیمنٹ دو ایوانوں پر مشتمل ہے، لوک سبھا اور راجیہ سبھا۔ وزیر اعظم کو لوک سبھا ممبران کی اکثریت کی حمایت حاصل ہوتی ہے۔

اس لیے کیا اس آفس میمورینڈم کے سلسلے میں، ایسا فیصلہ کرنے میں سب ہی شامل تھے؟ آیئے اس کو معلوم کرتے ہیں۔

سرگرمیاں

- متذکرہ بالا کے علاوہ، سابقہ کلاس میں پڑھے ہوئے ان اداروں کے بارے میں آپ کو کون سے نکات یاد ہیں؟ اپنی کلاس میں بحث کیجیے۔
- کیا آپ چند ایسے اہم فیصلوں کے بارے میں سوچ سکتے ہیں جو آپ کی ریاستی حکومت نے کئے ہوں؟ گورنر، وزراء کی کونسل، ریاستی اسمبلی اور عدالتیں اس فیصلے میں کس طرح شامل تھیں؟

یہ آفس میمورینڈم (یادداشت) واقعات کے ایک طویل سلسلے کی ابتدا ثابت ہوا۔ حکومت ہند نے دوسرے پسماندہ طبقات کمیشن 1979 میں مقرر کیا تھا جس کے سربراہ بی۔ پی۔ منڈل تھے۔ اسی لیے یہ منڈل کمیشن کے نام سے مشہور ہوا۔ اس سے ہندوستان کے اندر موجود سماجی اور تعلیمی طور پر پسماندہ طبقات کے لیے اُصول طے کرنے اور اُن کی ترقی کے لیے اقدامات کرنے کی سفارش کرنے کو کہا گیا۔ کمیشن نے 1980 میں اپنی رپورٹ پیش کی اور بہت سی سفارشات کیں۔ ان میں سے ایک سفارش، سماجی

کیا ہر دفتر میں میمورنڈم ایک اہم سیاسی فیصلہ ہوتا ہے؟ اس میں کیا بات تھی جو یہ دوسرے احکامات سے مختلف تھا؟

اب میں سمجھا یہی وجہ ہے کہ وہ سیاست کی منڈل کاری کی بات کرتے ہیں۔ کیا نہیں کرتے؟

© NCERT not to be republished

عکسی تمثال پڑھیے

1990-91 کے دوران ریزرویشن کے موضوع پر مباحثہ ایسا اہم امر تھا کہ اشتہار کار اس مرکزی خیال کو اپنی اشیاء فروخت کرنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ کیا آپ سیاسی واقعات اور اس امول مکھن کی ہورڈنگوں میں مباحثے کے کچھ حوالے کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔

اور معاشی طور سے پسماندہ طبقات کے لیے سرکاری ملازمتوں کے 27 فیصد کا تحفظ تھا۔ پارلیمنٹ کے اندر اس رپورٹ اور اُس کی سفارشات پر بحث ہوئی۔

بہت سے ممبرانِ پارلیمنٹ اور پارٹیاں کئی سال سے کمیشن کی سفارشات کے نفاذ کے لیے مطالبہ کر رہی تھیں۔ اس کے بعد 1989 کا لوک سبھا انتخابات کا زمانہ آیا۔ جنتا دل پارٹی نے اپنے انتخابی منشور میں وعدہ کیا کہ اگر اس کی حکومت اقتدار میں آتی ہے تو وہ منڈل کمیشن کی سفارشات کو نافذ کرے گی۔ ان انتخابات کے بعد جنتا دل نے حکومت سازی کا کام کر ہی لیا۔ اس کے رہنما وی۔ پی۔ سنگھ وزیر اعظم بنے۔ اس کے بعد متعدد واقعات پیش آئے جو ذیل میں دیے جا رہے ہیں۔

- ہندوستان کے صدر نے پارلیمنٹ میں اپنے خطابات میں اعلان کیا کہ حکومت منڈل کمیشن کی سفارشات کو نافذ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔
- 6 اگست 1990 کو یونین کیبنیٹ نے ان سفارشات کو نافذ کرنے کا ایک رسمی فیصلہ کیا۔
- اگلے دن وزیر اعظم وی۔ پی۔ سنگھ نے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں ایک بیان کے ذریعے اپنے اس فیصلے کے بارے میں پارلیمنٹ کو مطلع کر دیا۔
- کابینہ کے اس فیصلے کو محکمۂ عملہ اور تربیت کے پاس بھیج دیا گیا۔ محکمہ کے ایک سینیئر افسر نے کابینہ کے فیصلے کے مطابق ایک حکم نامے کا مسودہ تیار کیا اور اس سلسلے میں وزراء کی منظوری بھی حاصل کر لی۔ مرکزی حکومت کی طرف سے ایک افسر نے اس حکم نامے پر دستخط کر دیئے۔ یہ وہ تفصیل ہے جس کے مطابق 13 اگست 1990 کو 'O.M.No. 36012/31/90'، کا جنم ہوا۔

آنے والے چند مہینوں تک یہ پورے ملک کے اندر گرما گرم مباحثہ کا ایک سلسلہ بنا رہا۔ اس مسئلہ سے وابستہ تمام اخبارات اور رسالے مختلف قسم کے نظریات اور خیالات سے بھرے پڑے تھے اس کے نتیجہ میں تمام ملک میں احتجاجات اور جوابی احتجاجات سامنے آئے، جن میں سے چند نے پرتشدد صورت اختیار کر لی۔ چونکہ یہ مسئلہ ہزاروں ملازمت کے مواقع کو متاثر کرتا تھا اس لیے لوگوں میں اس کا شدید ردِّعمل ظاہر ہوا۔ چند لوگوں کا خیال یہ تھا کہ ہندوستان میں مختلف ذاتوں کے اندر غیر مساوات موجود تھی جس کو مدنظر رکھ کر ملازمتوں میں تحفظ ضروری ہو جاتا ہے۔ اُن کے اندازِ فکر کے مطابق یہ فیصلہ اُن طبقات کو ملازمتوں میں وہ جائز مواقع مہیا کرے گا جس کو اب تک سرکاری ملازمت میں مناسب نمائندگی نہیں دی گئی۔

دوسروں کا خیال تھا کہ فیصلہ ناجائز کیا گیا ہے۔ یہ اُن لوگوں کو ملازمتوں کے مساوی مواقع سے محروم کرے گا جو پسماندہ طبقات سے وابستہ نہیں ہیں۔ کچھ لوگ ایسا سوچتے

© NCERT not to be republished

تھے کہ یہ عوام کے اندر ذات پات کے جذبات کو جاری رکھے گا اور قومی اتحاد میں رکاوٹ کا باعث بنے گا۔ اس باب میں ہم اس بات پر کوئی بحث نہیں کر رہے ہیں کہ آیا یہ فیصلہ اچھا تھا یا نہیں۔ ہم یہاں اس کو صرف مثال کے طور پر لے رہے ہیں کہ ہمارے ملک کے اندر فیصلے کس طرح کئے جاتے ہیں اور اُن کا نفاذ کس طرح ہوتا ہے۔

اس جھگڑے کو طے کس نے کیا؟ آپ یہ پہلے ہی جانتے ہیں کہ ہندوستان میں سرکاری فیصلوں کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے اختلافات کا فیصلہ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کرتے ہیں۔ اس حکم نامے کے مخالف چند افراد اور تنظیموں نے عدالت میں کئی مقدمات درج کرائے۔ اُنھوں نے عدالتوں سے اس حکم نامے کو ناجائز قرار دینے اور اس کے نفاذ کو روکنے کی درخواست کی۔ ہندوستان کی سپریم کورٹ نے ان تمام مقدمات کو ایک ساتھ جمع کر دیا۔ یہ اندرا ساہنی اور دوسرے بمقابلہ یونین آف انڈیا مقدمہ کے نام سے مشہور ہوا۔ سپریم کورٹ کے گیارہ ججوں نے دونوں پارٹیوں کی جانب سے دلائل کی سماعت کی۔ سپریم کورٹ کے ججوں کی اکثریت نے 1992 میں اعلان کیا کہ حکومتِ ہند کا یہ حکم نامہ جائز تھا۔ ساتھ ہی ساتھ سپریم کورٹ نے اس کی اصل ترتیب کی اصلاح کے لیے کہا اس نے کہا کہ پسماندہ طبقات کے اندر موجود صاحبِ حیثیت افراد تحفظ کا فائدہ حاصل کرنے سے خارج ہونے چاہئیں۔ 8 ستمبر 1993 کو عملے اور تربیت کے محکمے کے مطابق دوسرا آفس میمورینڈم جاری کیا گیا۔ اس طرح یہ اختلاف اختتام پذیر ہوا اور تب سے ہی اس پالیسی پر عمل جاری ہے۔

اپنی پیش رفت کی جانچ کیجیے

پسماندہ طبقات کے لیے تحفظات کے اس مقدمے میں کس نے کیا کیا؟

سپریم کورٹ نے	اس فیصلے کے بارے میں رسمی اعلان کیا
کابینہ نے	حکم نامہ جاری کرتے ہوئے فیصلے کا نفاذ کیا
صدر نے	27 فیصد ملازمتوں میں تحفظ دینے کا فیصلہ کیا
سرکاری افسران نے	تحفظات کو جائز قرار دیا

سیاسی اداروں کی ضرورت
(Need for Political Institutions)

ہم حکومت کی ایک ایسی مثال دیکھ چکے ہیں کہ یہ اپنی ذمہ داریاں کس طرح نبھاتی ہے۔ ملک کا نظامِ حکومت چلانے میں ایسی ہی مختلف سرگرمیاں شامل ہیں؟ مثال کے طور پر حکومت اپنے شہریوں کے لیے تحفظ کو یقینی بنانے اور سب کو تعلیم اور صحت کی سہولیات بہم پہنچانے کے لیے ذمہ دار ہے۔ وہ اپنے شہریوں سے ٹیکس وصول کرتی ہے اور اس طرح جمع کیا ہوا روپیہ انتظامیہ، ملکی دفاع اور ترقیاتی پروگرام پر خرچ کرتی ہے۔ وہ متعدد فلاحی پروگرام بناتی ہے اور اُن کو نافذ کرتی ہے۔ حکومت کے اندر چند لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ان سرگرمیوں کو کس طرح چلایا جائے اور چند ایسے ہیں جو ان فیصلوں کو نافذ کرتے ہیں اگر ان فیصلوں یا اُن کے نفاذ پر اختلافات پیدا ہوں تو کوئی ایسا شخص بھی ہونا چاہئے جو یہ طے کرے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ہر شخص کو اس کا علم ہونا چاہئے کہ کون کس کام کو کرنے کے لیے ذمہ دار ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اگر کلیدی عہدوں پر افسران بدل جائیں تو کیا یہ سرگرمیاں جاری رہیں گی۔

اس لیے ان تمام کاموں پر توجہ دینے کے لیے تمام جدید جمہوریتوں میں متعدد انتظامات کئے جاتے ہیں۔ ایسے انتظامات ادارے کہلاتے ہیں۔ جمہوری نظام اُسی

© NCERT not to be republished

وقت بخوبی چل سکتے ہیں جب یہ ادارے اُن کاموں کو انجام دیں جو اُن کو سونپے گئے ہیں۔ کسی بھی جمہوری ملک کا آئین ہر ادارے کے اختیارات اور کاموں پر بنیادی اُصولوں کو ضبط تحریر میں لاتا ہے۔ درج بالا مثال میں ہم نے کام کرتے ہوئے ایسے اداروں کو دیکھا تھا۔

- وزیراعظم اور کابینہ ایسے ادارے ہیں جو ملکی پالیسی سے وابستہ اہم فیصلے کرتے ہیں۔
- سرکاری ملازمین، مجموعی طور پر عمل کرنے کے ذریعہ وزراء کے فیصلوں کے نفاذ کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔
- سپریم کورٹ ایک ایسا ادارہ ہے جہاں شہریوں اور حکومت کے درمیان اختلافات کا حتمی فیصلہ کیا جاتا ہے۔

کیا آپ اس زمرے میں چند دوسرے اداروں کے بارے میں سوچ سکتے ہیں؟ ان کا کیا کردار ہے؟

اداروں کا چلانا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ اداروں سے وابستہ چند اُصول اور ضابطے ہوتے ہیں جو لیڈروں کے طریق کار پر پابندیاں عائد کرتے ہیں۔ اداروں میں میٹنگ، کمیٹیاں اور معمولات ہوتے ہیں۔ اس سے اکثر کاموں میں تاخیر اور دقتیں پیش آتی ہیں۔ اس لیے اداروں میں کام کرنا پریشان کن بھی ہو سکتا ہے۔ ان حالات میں ہم سوچ سکتے ہیں کہ اس سے بہتر صورت تو یہی ہوگی کہ اُصولوں، طریق کار اور میٹنگ کے بغیر ایک ہی شخص تمام فیصلے خود کرے گا۔ لیکن یہ جمہوریت کا جذبہ نہیں ہے۔ اداروں کی چند تاخیریں اور پیچیدگیاں بے حد فائدے مند ثابت ہوتی ہیں۔ یہ کسی بھی فیصلے کے سلسلے میں زیادہ تر لوگوں سے مشورے کا موقع فراہم کرتی ہیں۔ کسی ادارے کا ایک اچھا فیصلہ جلد سے جلد کرنے کی راہ میں مشکلات کھڑی کرتے ہیں۔ لیکن یہ غلط فیصلہ کرنے میں بھی مانع آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جمہوری حکومتیں کلیدی اداروں پر زور دیتی ہیں۔

آپ کے اسکول کا نظام چلانے میں کون سے ادارے کام کرتے ہیں؟ کیا یہ بہتر ہوگا کہ آپ کے اسکول کے انتظامیہ کے بارے میں تمام فیصلے ایک ہی شخص کرلے؟

5.2 پارلیمنٹ (PARLIAMENT)

آفس میمورینڈم کی مثال میں کیا آپ کو پارلیمنٹ کا کردار یاد ہے؟ شاید نہیں۔ چونکہ فیصلہ پارلیمنٹ نے نہیں کیا تھا، اس لیے آپ سوچتے ہوں گے کہ فیصلہ کرنے میں پارلیمنٹ کا کوئی کردار نہیں ہوتا۔ لیکن ہم کہانی کی طرف واپس چلتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ آیا اس میں پارلیمنٹ کا کوئی کردار ہے۔ مندرجہ ذیل جملوں کو پورا کرتے ہوئے آیئے ان پر دوبارہ غور کریں۔

- منڈل کمیشن کی رپورٹ پر ...میں بحث ہوئی۔
- ہندوستان کے صدر نے اس کا ذکر اپنے ...میں کیا۔
- وزیراعظم نے ...کیا۔

فیصلہ براہِ راست پارلیمنٹ میں نہیں ہوا تھا۔ لیکن رپورٹ پر پارلیمانی مباحثوں نے حکومت کی رائے کو متاثر کیا اور تشکیل دی۔ ان مباحثوں نے منڈل سفارشات پر عمل کرنے کے لیے حکومت پر زور ڈالا۔ اگر پارلیمنٹ اس

Irfan Khan

© NCERT not to be republished

فیصلے کے حق میں نہ ہوتی تو حکومت اس کو نافذ کرنے کے لیے آگے نہ بڑھتی۔ کیا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا؟ آپ پارلیمنٹ کے بارے میں اپنی سابقہ کلاس میں حاصل معلومات کو یاد کیجیے اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کیجیے کہ اگر وہ کابینہ کے فیصلے کو منظوری نہ دیتی تو پارلیمنٹ کیا کرسکتی تھی۔

ہم کو پارلیمنٹ کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟

(Why do we need a parliament?)

تمام جمہوریتوں میں عوام کے ذریعے منتخبہ نمائندوں کی ایک اعلیٰ سیاسی اختیاراتی مجلس ہوتی ہے۔ ہندوستان میں منتخبہ نمائندوں کی ایسی اسمبلی پارلیمنٹ کہلاتی ہے۔ ریاستی سطح پر یہ مقنّنہ یا مجلس قانون ساز کہلاتی ہے۔ مختلف ممالک میں یہ نام مختلف ہوسکتا ہے۔ لیکن ہر جمہوریت میں ایسی مجلس (اسمبلی) موجود ہوتی ہے۔ یہ کئی طرح سے عوام کی طرف سے سیاسی اقتدار استعمال کرتی ہے۔

1 کسی بھی ملک کے اندر قانون سازی کے لیے پارلیمنٹ آخری طاقت ہے۔ قانون سازی یا وضعِ قانون (Legislation) کا کام ایک ایسا فیصلہ کن مرحلہ ہے کہ ان مجلسوں کو مقنّنہ کہا جاتا ہے۔ تمام دنیا کی پارلیمنٹس نئے قوانین بنا سکتی ہیں، موجودہ قوانین بدل سکتی ہیں، موجودہ قوانین کو ختم کرسکتی ہیں اور اُن کی جگہ پر نئے قوانین بنا سکتی ہیں۔

2 تمام دنیا کی پارلیمنٹس اُن لوگوں پر کسی نہ کسی شکل میں نگرانی رکھتی ہیں جو نظامِ حکومت چلاتے ہیں۔ ہندوستان جیسے ملک میں یہ نگرانی (کنٹرول) براہِ راست اور مکمل طور پر ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو نظامِ حکومت چلاتے ہیں، فیصلے تب ہی تک کر سکتے ہیں جب تک کہ اُن کو پارلیمنٹ کی حمایت حاصل ہو۔

3 پارلیمنٹ اُس تمام رقم پر کنٹرول رکھتی ہے جو حکومت کے پاس ہے۔ زیادہ تر ممالک میں کوئی بھی عوامی پیسہ صرف اُسی شکل میں خرچ کیا جاسکتا ہے جب پارلیمنٹ اُس کی منظوری دے۔

4 کسی بھی ملک کے اندر پارلیمنٹ عوامی مسائل، قومی پالیسی کے بارے میں بحث و مباحثوں کی اعلیٰ فورم ہے۔ حکومت سے وابستہ کسی بھی معاملے کے بارے میں پارلیمنٹ معلومات طلب کرسکتی ہے۔

پارلیمنٹ کے دو ایوان

(Two Houses of Parliament)

چونکہ جدید جمہوریتوں میں پارلیمنٹ مرکزی کردار نبھاتی ہے، زیادہ تر بڑے بڑے ممالک پارلیمنٹ کے کردار اور اختیارات کو دو حصوں میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ ان کو چیمبر یا ایوان کہا جاتا ہے۔ ایک ایوان کا انتخاب عوام براہِ راست کرتے ہیں اور عوام کی طرف سے حقیقی اختیارات کا استعمال کرتے ہیں۔ دوسرے ایوان کا انتخاب عام طور سے بالواسطہ ہوتا ہے جو چند خاص کام کرتا ہے۔ دوسرے ایوان کا سب سے زیادہ عام کام مختلف ریاستوں خطے یا وفاقی اکائیوں کے مفادات کی دیکھ بھال کرنا ہے۔

ہمارے ملک میں پارلیمنٹ دو ایوانوں پر مشتمل ہے۔ ان دونوں ایوانوں کا نام ایوانِ بالا (ریاستوں کی کونسل) یعنی راجیہ سبھا اور ایوانِ زیریں (دارالعوام) یعنی لوک سبھا ہے۔ ہندوستان کا صدر بھی پارلیمنٹ کا ہی ایک حصہ ہے، اگرچہ وہ ان دونوں ایوانوں میں سے کسی کا بھی ممبر نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں ایوانوں میں بنے قوانین صرف اُسی صورت میں معتبر ہوتے ہیں جب کہ اُن پر صدر کے دستخط ہوں۔

جب ہم کو اس کا علم ہے کہ حکمراں پارٹی کا نظریہ برقرار رہے گا تو پھر پارلیمنٹ کے اندر اتنی زیادہ بحث و مباحثہ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

© NCERT not to be republished

آپ اپنی سابقہ کلاسوں میں ہندوستانی پارلیمنٹ کے بارے میں مطالعہ کر چکے ہیں۔ چوتھے باب میں آپ نے پڑھا تھا کہ لوک سبھا کے انتخابات کس طرح ہوتے ہیں۔ آیئے پارلیمنٹ کے ان دونوں ایوانوں کی ترتیب (تشکیل) کے درمیان چند بنیادی فرق معلوم کریں۔ لوک سبھا اور راجیہ سبھا سے متعلق مندرجہ ذیل جوابات دیجیے۔

- ممبران کی کل تعداد کتنی ہے؟
- ممبران کا انتخاب کون کرتا ہے؟
- ان کی مدت کا وقفہ کتنا ہے (سالوں میں)؟
- کیا ایوان تحلیل کیا جا سکتا ہے؟ یا یہ مستقل ہے؟

دونوں ایوانوں میں سے کون سا زیادہ طاقتور ہے؟ ہوسکتا ہے کہ راجیہ سبھا آپ کو زیادہ طاقتور نظر آتی ہو کیوں اُس کا نام ایوانِ بالا ہے اور لوک سبھا کا نام ایوانِ زیریں ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ لوک سبھا کی بہ نسبت راجیہ سبھا زیادہ طاقتور ہے۔ یہ تو صرف کہنے کا ایک پرانا انداز ہے، نہ کہ وہ زبان جو آئین میں استعمال کی گئی ہے۔

ہمارا آئین ریاستوں کے بارے میں راجیہ سبھا کو چند مخصوص اختیارات ضرور دیتا ہے لیکن زیادہ تر معاملات میں لوک سبھا اعلیٰ اختیارات کا استعمال کرتی ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ یہ کس طرح ہوتا ہے:

1 کسی بھی عام قانون کے لیے دونوں ایوانوں سے اس کا پاس ہونا ضروری ہے۔ لیکن اگر دونوں ایوانوں کے درمیان اختلافات پیدا ہو جائیں تو ایسی صورت میں آخری فیصلہ مشترکہ اجلاس میں کیا جاتا ہے جس میں دونوں ایوان کے ممبران ایک ساتھ بیٹھتے ہیں۔ ارکان (ممبران) کی ایک بڑی تعداد کی وجہ سے، ایسی میٹنگ میں لوک سبھا کے نظریات حاوی ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

2 مالی معاملات میں لوک سبھا کے اختیارات زیادہ ہیں اگر لوک سبھا ایک بار بھی حکومت کا بجٹ یا مالیات سے وابستہ کوئی دوسرا قانون پاس کر دے تو راجیہ سبھا اُس کو مسترد نہیں کر سکتی۔ راجیہ سبھا اس کو صرف 14 دنوں کی تاخیر کر سکتی ہے یا اُس میں تبدیلیوں کی تجویز پیش کر سکتی ہے۔ لوک سبھا ان تبدیلیوں کو منظور کر بھی سکتی ہے اور نہیں بھی۔

3 اہم ترین بات یہ ہے کہ لوک سبھا وزراء کی کونسل پر کنٹرول رکھتی ہے۔ صرف اسی شخص کا تقرر وزیر اعظم کے عہدے پر کیا جاتا ہے، جس کو لوک سبھا میں ممبران کی اکثریت کی حمایت حاصل ہو۔ اگر لوک سبھا کے ممبران کی اکثریت وزراء کی کونسل میں اعتماد سے انکار کر دے، تو بشمول وزیر اعظم تمام وزراء کو حکومت سے دست بردار ہونا پڑے گا۔ راجیہ سبھا کو یہ اختیارات حاصل نہیں ہے۔

سرگرمی

جب پارلیمنٹ کا اجلاس چل رہا ہوتا ہے تو لوک سبھا اور راجیہ سبھا میں چل رہی کارروائیوں کے بارے میں دوردرشن پر روزانہ مخصوص پروگرام دکھایا جاتا ہے۔ ان کارروائیوں کو دیکھئے یا اُن کے بارے میں اخبارات میں پڑھئے اور مندرجہ ذیل نکات پر غور کیجیے:

- پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے اختیارات
- اسپیکر کا کردار
- حزبِ مخالف کا کردار

© NCERT not to be republished

لوک سبھا میں ایک دن (A day in Lok Sabha)

چودھویں لوک سبھا کی زندگی میں 7دسمبر 2004 ایک عام دن تھا۔ آیئے اس پر نظر ڈالیں کہ اس پورے دن میں کیا کچھ ہوا۔ نیچے لکھی تحریر کے مطابق، اس دن ہوئی کارروائیوں کی بنیاد پر پارلیمنٹ کے کردار اور اختیارات کی شناخت کیجیے۔ آپ اپنی کلاس میں بھی اسے نافذ کر سکتے ہیں۔

11 بجے: مختلف وزراء نے ممبران کے ذریعہ پوچھے گئے تقریباً 250 سوالات کے تحریری جوابات دیئے۔ ان میں درج ذیل شامل تھے :

- کشمیر میں موجود جنگجو گروپوں سے بات کرنے پر حکومت کی کیا پالیسی ہے؟
- درجہ فہرست قبائل کے خلاف ظلم وستم کے اعداد وشمار کیا ہیں جس میں پولیس کی زیادتیاں بھی شامل ہیں؟
- دواؤں کی زیادہ قیمتوں کے بارے میں بڑی بڑی کمپنیوں کے خلاف حکومت کیا اقدام اُٹھا رہی ہے؟

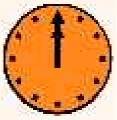

12 بجے: سرکاری دستاویزات کی ایک بڑی تعداد بحث ومباحثہ کے لیے دستیاب ہیں۔ ان میں درج ذیل شامل تھیں۔

- ہند-تبتی بارڈر فورس کی بھرتی کے ضابطے
- انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنالوجی (IIT) کی کھڑک پور کی سالانہ رپورٹ
- راشٹریہ اسپات نگم لمیٹیڈ، وشاکھاپٹنم کی رپورٹ اور کھاتے

12:02: شمال مشرقی خطے کے وزیر ترقیات نے شمال مشرقی کونسل کو دوبارہ مضبوط بنانے کے سلسلے میں ریلوے کے ریاستی وزیر نے ایک بیان پیش کیا۔ ریلوے کے وزیر مملکت نے ریلوے بجٹ میں منظور رقم کے علاوہ ریلویز کو درکار گرانٹ دکھاتے ہوئے ایک بیان پیش کیا۔ اقلیتی تعلیمی اداروں کے لیے قومی کمیشن بل 2004 پیش کیا وزیر برائے فروغِ انسانی وسائل نے۔ اس کے لیے یہ وضاحت کرتے ہوئے کہ حکومت کو یہ آرڈی نینس کیوں لانا پڑا، اُنہوں نے ایک بیان بھی دیا۔

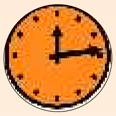

12:14 بجے: متعدد ممبران نے چند معاملات پر روشنی ڈالی جس میں درج ذیل شامل ہیں:

- تہلکہ معاملے میں چند لیڈروں کے خلاف مقدمات قائم کرنے میں سنٹرل بیورو آف انوسٹی گیشن (سی بی آئی) کی انتقامی کارروائی۔
- آئین میں راجستھانی زبان کو سرکاری زبان کی حیثیت سے شامل کرنے کی ضرورت۔
- آندھرا پردیش کے کسانوں اور زرعی مزدوروں کی بیمہ پالیسیوں کی تجدید کی ضرورت۔

2:26 بجے: حکومت کے مجوزہ بلوں پر غور کیا گیا اور اسے پاس کیا گیا۔ یہ بل درج ذیل تھے:

- تحفظاتی قوانین (ترمیم) بل
- تحفظاتی مفاد اور قرضوں کی بازیابی کے قوانین کے نفاذ کا (ترمیم) بل

4:00 بجے آخر میں حکومت کی خارجہ پالیسی کے بارے میں اور عراق میں موجود صورتِ حال کے سیاق وسباق میں ایک آزاد خارجہ پالیسی جاری رکھنے کی ضرورت پر ایک طویل بحث ہوئی۔

7:17 بجے: مباحثے کا اختتام ہوا۔ ایوان اگلے دن کے لیے ملتوی کر دیا گیا۔

5.3 سیاسی عاملہ (POLITICAL EXECUTIVE)

کیا آپ کو آفس میمورینڈم کی وہ کہانی یاد ہے جہاں سے ہم نے اس باب کی ابتدا کی تھی۔ ہم کو پتہ تھا کہ جس شخص نے دستاویز پر دستخط کئے تھے، وہ اُس کا اپنا فیصلہ نہیں تھا۔ وہ تو صرف اُس پالیسی کے فیصلے کو عملی جامہ پہنا رہا تھا جو کسی دوسرے شخص نے کیا تھا۔ ہم نے اُس فیصلہ سازی میں وزیر اعظم کا کردار بھی دیکھا تھا۔ لیکن ہم کو اس کا بھی علم

not to be republished © NCERT

ہے کہ اگر اُس کو لوک سبھا کی حمایت حاصل نہ ہوتی تو وہ ایسا فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس معنی میں اگر دیکھا جائے تو وہ صرف پارلیمنٹ کی خواہشات کو عملی جامہ پہنا رہا تھا۔

اس طرح، کسی بھی حکومت کی مختلف سطحات پر ہم ایسے عہدے داروں کو دیکھتے ہیں جو روز بروز ہونے والے فیصلے کرتے ہیں لیکن عوام کی جانب سے اُن کو اعلیٰ ترین اختیارات حاصل نہیں ہوتے۔ ان تمام منصب داروں کو اجتماعی طور سے عاملہ کہا جاتا ہے۔ اُن کو عاملہ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اُن کے ہاتھ میں حکومت کی پالیسیوں پر عمل درآمد کرنے کا چارج ہوتا ہے۔ اس طرح جب ہم ''حکومت'' کی بات کرتے ہیں تو اس سے ہمارا مطلب اکثر عاملہ سے ہی ہوتا ہے۔

سیاسی اور مستقل عاملہ

(Political and Permanent Executive)

کسی جمہوری ملک میں عاملہ دو حصوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ وہ جن کو ایک مخصوص مدت کے لیے عوام چنتے ہیں، سیاسی عاملہ کہلاتی ہے۔ یہ وہ سیاسی لیڈر ہوتے ہیں جو بڑے بڑے فیصلے کرتے ہیں۔ وہ لوگ جن کا تقرر طویل المدتی بنیاد پر ہوتا ہے، مستقل عاملہ یا سول سرویسز کہلاتی ہیں۔ سول سرویسز میں کام کرنے والے لوگوں کو سرکاری ملازم کہا جاتا ہے۔ یہ حکمراں پارٹی بدلنے پر بھی اپنے عہدے پر برقرار رہتے ہیں۔ یہ افسران سیاسی عاملہ کے تحت کام کرتے ہیں اور روز بروز ہونے والے سرکاری کاموں میں اُن کی مدد کرتے ہیں۔ کیا آپ آفس میمورینڈم کی صورت میں سیاسی اور غیر سیاسی عاملہ کے کردار کو دوبارہ یاد کر سکتے ہیں۔

آپ یہ سوال کر سکتے ہیں: غیر سیاسی عاملہ کی بہ نسبت سیاسی عاملہ کے ہاتھ میں زیادہ اختیارات کیوں ہیں؟ سرکاری ملازم کی بہ نسبت ایک وزیر زیادہ بااختیار کیوں ہوتا ہے؟ عام طور سے سرکاری ملازم زیادہ تعلیم یافتہ ہوتا ہے اور وہ اپنے دائرے سے وابستہ معاملات کی زیادہ معلومات رکھتا ہے۔ وزارتِ خزانہ میں کام کرنے والے مشیر وزیر خزانہ کی بہ نسبت معاشیات کے بارے میں زیادہ علم رکھتے ہیں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وزارت کے تحت آنے والے ٹیکنیکل معاملات کے بارے میں وزراء کا علم بہت محدود ہوتا ہے۔ یہ حالات دفاع، صنعت، صحت، سائنس اور ٹکنالوجی اور کان کنی جیسی وزارتوں میں بھی پیش آ سکتے ہیں۔ تو پھر ایسے معاملات پر ایک وزیر کا فیصلہ حتمی کیوں ہوتا ہے؟

اس کی وجہ بالکل صاف ہے۔ جمہوریت کے اندر عوامی مرضی اعلیٰ اور برتر تسلیم کی جاتی ہے۔ عوام کسی وزیر کا انتخاب کرتے ہیں اور اس لیے وہ اپنی طرف سے لوگوں کی مرضی اور خواہش کے مطابق کام کرنے کے اختیارات وزیر کو دیتے ہیں۔ وہ اپنے فیصلے کے تمام نتائج کے لیے عوام کو جوابدہ ہوتا ہے/ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام فیصلے ایک وزیر ہی کرتا ہے۔ وزیر اُن مجموعی فریم ورک اور مقاصد کی روشنی میں فیصلہ کرتا ہے جن کے مطابق پالیسی فیصلے ہونے چاہئیں۔ ایک وزیر سے اپنی وزارت سے وابستہ معاملات کا ماہر ہونے کی اُمید نہیں کی جا سکتی۔ وزیر تمام تکنیکی معاملات پر ماہرین کی صلاح طلب کرتا ہے۔ لیکن ماہرین اکثر اُس کے سامنے مختلف آراء یا ایک سے زیادہ متبادل رکھتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی مقاصد پر بھروسہ کرتے ہوئے کوئی وزیر فیصلہ کرتا ہے۔

حقیقت میں ایسا ایک بڑی تنظیم میں ہوتا ہے۔ جن لوگوں کے سامنے مسائل کی ایک مجموعی تصویر ہوتی ہے، وہی سب سے زیادہ اہم فیصلے کرتے ہیں نہ کہ ماہرین۔ ماہرین تو بس راستہ دکھاتے ہیں، لیکن کوئی ایسا شخص جو دوراندیش ہو اور بابصیرت ہو، منزل کا فیصلہ وہی کرتا ہے۔ جمہوریت کے اندر منتخبہ وزراء یہی کردار نبھاتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

وزیراعظم اور مجلس وزراء

(Prime Minister and Council of Ministers)

ملک میں وزیراعظم سب سے زیادہ اہم سیاسی ادارہ ہوتا ہے۔ اس کے باوجود وزیراعظم کے عہدے کے لیے کوئی براہِ راست انتخاب نہیں ہوتا۔ لیکن ملک کا صدر اپنی مرضی سے کسی بھی شخص کا تقرر وزیراعظم کے عہدے پر نہیں کر سکتا۔ صدر اکثریتی پارٹی یا لوک سبھا میں اکثریت رکھنے والی مخلوط پارٹیوں کے لیڈر کا تقرر وزیراعظم کی حیثیت سے کرتا ہے۔ کسی ایک پارٹی یا اتحاد کی اکثریت نہ ہونے پر صدر وزیراعظم کے عہدے پر اُس شخص کا تقرر کرتا ہے جس کو اکثریت کی حمایت حاصل ہونے کا امکان ہو۔ وزیراعظم کی مدتِ کار مقرر نہیں ہوتی۔ وہ اپنے عہدے پر اُس وقت تک بحال رہتا ہے جب تک کہ وہ اکثریتی پارٹی یا مخلوط حکومت کا لیڈر بنا رہے۔

وزیراعظم کے تقرر کے بعد، صدر وزیراعظم کی صلاح پر دوسرے وزراء کا تقرر کرتا ہے۔ عام طور سے یہ وزراء اُس پارٹی یا مخلوط پارٹیوں سے وابستہ ہوتے ہیں جن کو لوک سبھا میں اکثریت حاصل ہوتی ہے۔ وزیراعظم وزراء کے چننے میں اُس وقت تک آزاد ہے جب تک کہ وہ پارلیمنٹ کے ممبر ہوں۔ بعض اوقات ایسا شخص بھی وزیر بن سکتا ہے جو پارلیمنٹ کا ممبر نہ ہو۔ لیکن ایسے شخص کو اپنے وزیر کی حیثیت سے تقرری کے چھ ماہ کے اندر اندر پارلیمنٹ کے کسی بھی ایک ایوان کا ممبر منتخب ہونا لازمی ہے۔

مجلسِ وزراء اُس جماعت کے لیے سرکاری نام ہے جس میں تمام وزراء شامل ہوتے ہیں۔ اس کے اندر مختلف رتبوں کے 60 سے 80 وزراء ہوتے ہیں۔

- عام طور سے **کابینی وزراء** حکمراں پارٹی یا اُن پارٹیوں کے اعلیٰ رہنما ہوتے ہیں جن کے پاس اہم وزارتیں ہوتی ہیں۔ عام طور سے یہ کابینی وزراء مجلس وزراء کی طرف سے فیصلہ کرنے کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ اس طرح سے کابینہ مجلس وزراء کا اندرونی دائرہ ہے۔ یہ تقریباً 20 وزراء پر مشتمل ہوتی ہے۔
- **آزادانہ نگرانی کے ساتھ وزراء مملکت** عام طور سے نسبتاً چھوٹی وزارتوں کے نگراں ہوتے ہیں۔ یہ کابینہ کی میٹنگوں میں صرف مخصوص دعوت پر ہی شرکت کرتے ہیں۔
- **ریاستی وزراء** کابینی وزراء سے وابستہ ہوتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں۔

چونکہ عملی طور سے تمام وزراء کے لیے باقاعدگی سے ملنا اور ہر بات پر بحث و مباحثہ کرنا ممکن نہیں ہوتا، اس لیے کابینہ کے اجلاس میں فیصلے کئے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر ممالک میں پارلیمانی جمہوریت کو اکثر کابینہ طرز کی حکومت کہا جاتا ہے۔ پوری کابینہ ٹیم کے جذبے کے

کارٹون پڑھیے

وزیر بننے کے لیے دوڑ میں شامل ہونا کوئی نئی بات نہیں۔ اس کارٹون میں وزارت کے خواہش مند 1962 کے انتخابات کے بعد نہرو کی کیبنٹ میں ایک برتھ حاصل کرنے کا انتظار کرتے ہوئے۔ آپ کے خیال میں سیاسی لیڈر وزیر بننے کے لیے اتنے بے چین کیوں ہوتے رہتے ہیں؟

ساتھ کام کرتی ہے ۔ وزراء کے نظریات اور آراء مختلف ہوسکتی ہیں لیکن ہر وزیر کو کابینہ کا ہر فیصلہ اپنانا پڑتا ہے۔کسی بھی وزیر کو حکومت کے کسی بھی فیصلے پر کھلے عام تنقید کی اجازت نہیں ہوتی، چاہے وہ کسی دوسری وزارت یا محکمے کے بارے میں ہی کیوں نہ ہو۔ ہر وزیر کے پاس سکریٹری ہوتے ہیں جو سرکاری ملازمت میں ہوتے ہیں۔ یہ سکریٹری فیصلہ کرنے کے لیے وزراء کو معلومات سے وابستہ ضروری پس منظر مہیا کرتے ہیں۔ایک ٹیم کی حیثیت سے کابنی سکریٹریٹ، کابینہ کی مدد کرتا ہے۔ اس میں متعدد سرکاری ملازمین شامل ہوتے ہیں، جومختلف وزارتوں کے کام میں رابطہ کار کا کام کرتے ہیں۔

سرگرمی

- مرکزی سطح پر اپنی ریاست کے پانچ کابینہ وزراء اور اُن کی وزارتوں کے ناموں کی ایک فہرست بنایئے۔
- اپنے قصبہ/شہر کے میئر یا میونسپل چیئرپرسن یا اپنے ضلع کی ضلع پریشد کے صدر سے ملاقات کیجیے اور اس سے شہر، قصبہ یاضلع کے انتظامیہ کے بارے میں سوال کیجیے کہ ان کا نظام کس طرح چل رہا ہے۔

کارٹون پڑھیے

یہ کارٹون وزیراعظم اندرا گاندھی کی صدارت میں 1970 کے ابتدائی عشرے میں ہوئی کابینہ کی میٹنگ کی تصویر کشی کرتا ہے،جس وقت وہ اپنی مقبولیت کی انتہائی بلندیوں کو چھورہی تھیں۔کیا آپ کے خیال میں ایسا کارٹون دوسرے ایسے وزرائے اعظم کے بارے میں بنایا جاسکتا ہے جواُن کے بعد آئے۔

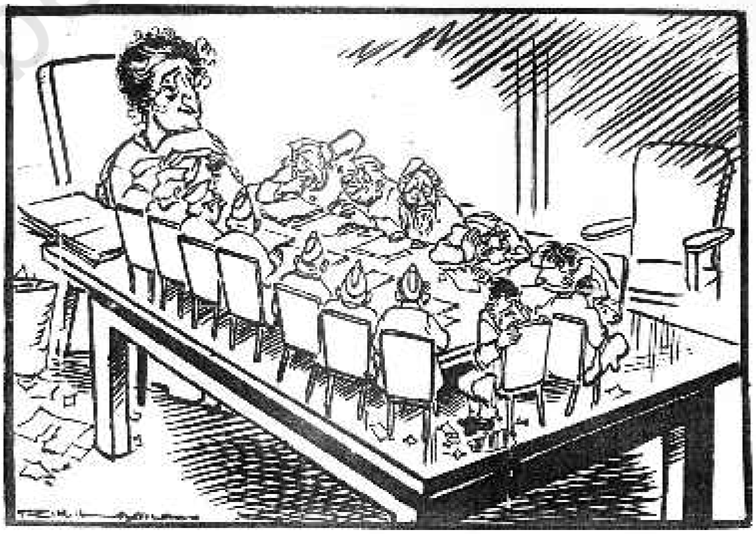

©R.K. Laxman, The Times of India

وزیراعظم کے اختیارات

(Powers of the Prime Minster)

آئین، وزیراعظم یا وزراء یا اُن کے باہمی تعلقات کے بارے میں کچھ زیادہ ذکرنہیں کرتا۔لیکن حکومت کے سربراہ کی حیثیت سے وزیراعظم کو وسیع اختیارات حاصل ہیں۔ وہ کابینہ کے اجلاسوں کی صدارت کرتا ہے۔محکموں میں کسی بھی اختلاف کی صورت میں اُسی کا فیصلہ آخری تسلیم کیا جاتا ہے۔ وہ مختلف وزارتوں پر عام نگرانی رکھتا ہے۔تمام وزراء اُسی کی رہبری میں کام کرتے ہیں۔ وزیراعظم وزراء کے اندر کام کی تقسیم در تقسیم کرتا ہے۔ اُس کو وزراء کو برخاست کرنے کے اختیارات حاصل ہیں۔ وزیر اعظم کے عہدہ چھوڑنے پر پوری وزارت کو عہدوں سے دست بردار ہونا پڑتا ہے۔

اس طرح اگر ہندوستان میں کابینہ ایک مضبوط ترین ادارہ ہے، لیکن کابینہ میں یہ وزیراعظم ہی ہوتا ہے جو سب سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔تمام دنیا کی پارلیمانی جمہوریتوں میں، حالیہ دہوں میں وزیراعظم کے اختیارات اس قدر بڑھ چکے ہیں کہ بعض اوقات پارلیمانی جمہوریتوں کو وزیر اعظمی طرزِ حکومت کہا جانے لگا ہے۔ چونکہ سیاست میں سیاسی پارٹیاں اہم کردار نبھانے لگی ہیں اس لیے وزیراعظم پارٹی کے ذریعہ کابینہ اور پارلیمنٹ دونوں پر کنٹرول رکھتا ہے۔ پارٹیوں کے چوٹی کے لیڈروں کے درمیان سیاست اور انتخابات کو ایک مقابلے کی شکل دیتے ہوئے میڈیا نے بھی اس رجحان کو تقویت بخشی ہے۔ ہندوستان میں بھی ہم نے وزیراعظم کے ہاتھ میں ایسے ہی اختیارات جمع ہونے کے رجحان کا مشاہدہ کیا ہے۔مثلاً ہندوستان کے پہلے وزیراعظم جواہرلعل نہرو کی پرکشش شخصیت پر ہی نظر ڈالیے جنھوں نے وسیع اختیارات اس لیے استعمال کئے تھے کیونکہ عوام پر ان کا بے حد اثر تھا۔کابینہ کے اندر اپنے شریک کار رول کے مقابلے میں اندرا گاندھی بھی کافی

© NCERT not to be republished

طاقتور تھیں۔ یعنی امر تو یہ ہے کہ وزیر اعظم کے اختیارات کی حدود کسی شخص کی اُس شخصیت پر بھی منحصر ہوتی ہے جو کہ وہ رکھتا ہے۔

تاہم حالیہ سالوں کے اندر ہندوستان میں مخلوط حکومتوں کی سیاست نے وزیر اعظم کے اختیارات پر کچھ حد تک شکنجہ کسا ہے۔ مخلوط حکومت کا وزیر اعظم اپنی مرضی کے مطابق کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اُس کو اپنی پارٹی اور اپنے اتحادی شریکوں کے مختلف گروپوں اور دھڑا بندیوں کے ساتھ صلح کرنی پڑتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اُس کو اپنے اتحادی شریکوں اور دوسری پارٹیوں کے نظریات اور حیثیت کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے جن کی حمایت حکومت کی بقا پر منحصر ہوتی ہے۔

صدر (President)

ایک طرف تو وزیر اعظم حکومت کا سربراہ ہوتا ہے تو دوسری طرف صدر، ریاست کا سربراہ ہوتا ہے (ریاست اور حکومت کے درمیان فرق کے لیے فرہنگ دیکھئے)۔

ہمارے سیاسی نظام کے اندر سربراہ ریاست صرف برائے نام اختیارات کا استعمال کرتا ہے۔ ہندوستان کا صدر برطانیہ کی ملکہ کی طرح ہوتا ہے جس کے زیادہ تر کام رسمی ہوتے ہیں۔ صدر ملک کے اندر تمام سیاسی اداروں کے کام کی نگرانی کرتا ہے تاکہ یہ ریاست کے مقاصد کو حاصل کرنے میں ہم آہنگی کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں نبھائیں۔

عوام، صدر کا انتخاب براہِ راست نہیں کرتے اس کا انتخاب تمام ممبران پارلیمنٹ (ایم پی) اور ریاستی قانون ساز اسمبلی کے ممبران (ایم ایل اے) مل کر کرتے ہیں۔ صدر کے عہدے پر کھڑے ایک اُمیدوار کو الیکشن جیتنے کے لیے ووٹوں کی اکثریت حاصل کرنی پڑتی ہے۔ یہ طریقہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ اُس کو پوری قوم کے نمائندے کی حیثیت سے دیکھا جا سکے۔ ساتھ ہی ساتھ صدر اُس براہِ راست عوامی فیصلے کا دعویٰ نہیں کر سکتا جو کہ وزیر اعظم

اس کتاب میں صدر کے لیے مونث کی ضمیر کیوں استعمال کی گئی ہے؟ کیا ہمارے ملک میں کوئی خاتون صدر بنی ہے؟

اگر کتاب میں وزیر اعظم کے لیے مذکر کی ضمیر کا استعمال کیا جاتا ہے تو کیا آپ احتجاج کریں گے؟ کیا ہمارے یہاں کوئی خاتون وزیر اعظم نہیں ہوئی؟ ہم یہ کیوں فرض کرلیں کہ تمام اہم عہدوں پر مرد ہی فائز ہوتے ہیں؟

Press Information Bureau

صدر ڈاکٹر اے۔ پی۔ جے عبدالکلام وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ کو اپنے عہدے سے وفاداری کا حلف دلاتے ہوئے۔

سکتا ہے۔ یہ طریقہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ صدر ہمیشہ صرف برائے نام عاملہ ہے۔

یہی بات صدر کے اختیارات پر بھی صادق آتی ہے۔ اگر آپ اپنے آئین پر طائرانہ نظر ڈالیں تو آپ کو ایسا نظر آئے گا کہ حکومتی ذمہ داریوں میں کوئی ایسا کام نہیں ہے جو وہ نہیں کرسکتا۔ حکومت کی تمام سرگرمیاں صدر کے نام سے ہوتی ہیں۔ حکومت کے تمام قوانین اور اہم پالیسی فیصلے اُسی کے نام سے جاری کیے جاتے ہیں۔ تمام بڑی بڑی تقرریاں صدر ہی کے نام پر ہوتی ہیں۔ اس میں ہندوستان کا چیف جسٹس، سپریم کورٹ اور ریاستی ہائی کورٹوں کے جج، ریاست کے گورنر، الیکشن کمشنرز اور دوسرے ممالک کے لیے سفراء وغیرہ شامل ہیں۔ تمام بین الاقوامی معاہدے اور سمجھوتے صدر کے نام سے ہوتے ہیں۔ صدر ہندوستان کی دفاعی افواج کا اعلیٰ ترین کمانڈر ہے۔

لیکن ہم کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ صدر صرف وزراء کی کونسل کی صلاح اور مشورے پر ہی یہ تمام اختیارات استعمال کرسکتا ہے۔ صدر، وزراء کی کونسل سے اُس کی (کونسل وزراء کی) صلاح کے بارے میں غور کرنے کو کہہ سکتا ہے۔ لیکن اگر ایک ہی صلاح بار بار دی جائے تو اُس کو اس صلاح پر عمل کرنا ہی پڑتا ہے۔ اسی طرح سے اگر پارلیمنٹ کسی بل کو پاس کر دے تو یہ ملک کا قانون صرف اُسی صورت میں ہوگا جب اُس پر صدر کے دستخط ہوں۔ اگر صدر چاہے تو وہ اس کو تھوڑی مدت کے لیے تاخیر کرسکتا ہے اور بل پر دوبارہ غور کے لیے پارلیمنٹ کو بھیج سکتا ہے۔ لیکن اگر پارلیمنٹ اس بل کو دوبارہ پاس کرتی ہے تو صدر کو دستخط کرنے ہی پڑتے ہیں۔

اس لیے آپ کو تعجب ہوگا کہ صدر حقیقت میں کیا کرسکتا ہے؟ کیا وہ اپنی مرضی سے ہی تمام کام کرسکتا ہے۔ یہاں ایک اہم بات یہ ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق یا

جمہوریت کے لیے بہتر کیا ہے، ایک ایسا وزیراعظم جو اپنی مرضی سے جو چاہے کرسکتا ہو یا ایک ایسا وزیراعظم جو دوسرے لیڈروں اور پارٹیوں سے بھی مشورہ کرتا ہو؟

مخلوط پارٹیوں کا اتحاد انتخابات میں واضح اکثریت حاصل کرلے تو صدر کے پاس کوئی متبادل نہیں ہوتا۔ اس کو اُس اکثریتی یا مخلوط پارٹیوں کے لیڈر کا تقرر کرنا ہی پڑتا ہے جس کو لوک سبھا کے اندر اکثریت کی حمایت حاصل ہو۔ جب لوک سبھا کے اندر کسی بھی پارٹی یا مخلوط پارٹیوں کو واضح اکثریت حاصل نہ ہو تو صدر اپنے اختیار (Discretion) کا استعمال کرتا ہے۔ صدر ایک ایسے لیڈر کا تقرر کرتا ہے جو اُس کی رائے میں لوک سبھا کے اندر اکثریت پا سکے۔ ایسی صورت میں صدر تقرر کیے وزیر اعظم سے مخصوص مدت کے اندر لوک سبھا میں اپنی اکثریتی حمایت حاصل کرنے کو کہتا ہے۔

صدارتی نظام

ہندوستان کے صدر کی طرح تمام دنیا میں صدر ہمیشہ برائے نام عاملہ نہیں ہوتے۔ دنیا کے بیشتر ممالک میں، صدر ریاست کا سربراہ اور حکومت کا سربراہ دونوں ہی ہوتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کا صدر، اس قسم کے صدر کی ایک مشہور مثال ہے۔ عوام ریاستہائے متحدہ امریکہ کے صدر کا انتخاب براہِ راست کرتے ہیں۔ وہ بذات خود تمام وزراء کو چنتا ہے اور اُن کا تقرر کرتا ہے۔ پھر بھی قانون سازی کا کام مقننہ کرتی ہے (جس کو ریاستہائے متحدہ امریکہ میں کانگریس کہا جاتا ہے) لیکن صدر کو کسی بھی قانون کو ویٹو کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ صدر کو کانگریس کے اندر ممبران کی اکثریت کی ضرورت نہیں ہوتی اور وہ اس کو جوابدہ بھی نہیں ہوتا۔ اُس کی مدت کار چار سال مقرر ہے اور جس کو وہ اُس صورت میں بھی پورا کرتا ہے، چاہے کانگریس میں اُس کو اکثریت حاصل نہ ہو۔ اسی نمونہ پر لاطینی امریکہ کے زیادہ تر ممالک اور بیشتر سابقہ سوویت یونین کے ممالک کا یہ طرزِ حکومت، صدارتی طرزِ حکومت کہلاتا ہے۔ ہمارے جیسے ممالک میں جو برطانوی نمونے پر عمل کرتے ہیں، پارلیمنٹ اعلیٰ ترین ہوتی ہے۔ اس لیے ہمارا نظام پارلیمانی طرزِ حکومت کہلاتا ہے۔

© NCERT not to be republished

اپنی پیش رفت کی جانچ کیجیے

الیمّا، انا کٹّی اور میری مول صدر سے متعلق سیکشن پڑھتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے سامنے ایک سوال ہے کیا آپ ان سوالات کا جواب دینے میں ان کی مدد کرسکتے ہیں۔

الیمّا: اگر وزیراعظم اور صدر کے درمیان کسی پالیسی کے بارے میں اختلاف پیدا ہو جائے تو کیا ہوگا؟ کیا وزیراعظم ہی کا نظریہ غالب آئے گا؟

انّا کٹّی: مجھ کو یہ بات بڑی عجیب سی لگتی ہے کہ صدر مسلح افواج کا اعلیٰ ترین کمانڈر ہوتا ہے۔ مجھ کو شک اس بات پر ہے کہ صدر ایک بھاری بندوق ہی اُٹھا کر دکھا دے، تو پھر صدر کو کمانڈر بنانے کا فائدہ کیا ہے؟

میری مول: میں تو یہ کہوں کہ صدر بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ جبکہ تمام حقیقی اختیارات وزیراعظم کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔

5.4 عدلیہ (THE JUDICIARY)

آیئے ہم آخری بار آفس میمورینڈم کی کہانی کی طرف واپس لوٹتے ہیں، جہاں سے یہ کہانی شروع ہوئی تھی۔ اس بار ہمیں کہانی یاد کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن تصور کیجیے کہ کہانی کس طرح مختلف رہی ہوگی۔ یاد کیجیے کہ کہانی کا اختتام تسلی بخش اس لیے ہوا کیونکہ سپریم کورٹ نے اپنا فیصلہ سنایا، اُس کو ہر شخص نے تسلیم کر لیا۔ تصور کیجیے کہ مندرجہ ذیل صورتوں میں کیا ہوگا؟

- اگر ملک کے اندر سپریم کورٹ جیسا کوئی ادارہ نہ ہوتا۔
- چاہے سپریم کورٹ موجود ہی کیوں نہ ہوتا، اگر اُس کے پاس حکومت کے کاموں کو جانچنے کے اختیارات نہ ہوتے۔
- خواہ اُس کے ہاتھ میں اختیارات ہوتے تو بھی، لیکن کوئی بھی اس کے منصفانہ فیصلہ کرنے کے باوجود سپریم کورٹ پر بھروسہ نہ کرتا۔
- اور چاہے وہ منصفانہ فیصلہ ہی کیوں نہ دے دیتا، اگر جن لوگوں نے حکومت کے حکم نامے کے خلاف اپیل کی تھی، وہ فیصلے کو تسلیم ہی نہ کرتے تو کیا ہوتا؟

یہی وجہ ہے کہ جمہوریتوں کے لیے ایک آزاد اور طاقتور عدلیہ ضروری سمجھی جاتی ہے۔ ملک کے اندر موجود مختلف سطحات پر عدالتوں کو ملا کر عدلیہ کہا جاتا ہے۔ ہندوستانی عدلیہ میں پوری قوم کے لیے سپریم کورٹ، ریاستوں میں ہائی کورٹس، ضلع کورٹس اور مقامی سطح پر عدالتیں شامل ہیں۔ ہندوستان میں ایک متحدہ عدلیہ کا نظام

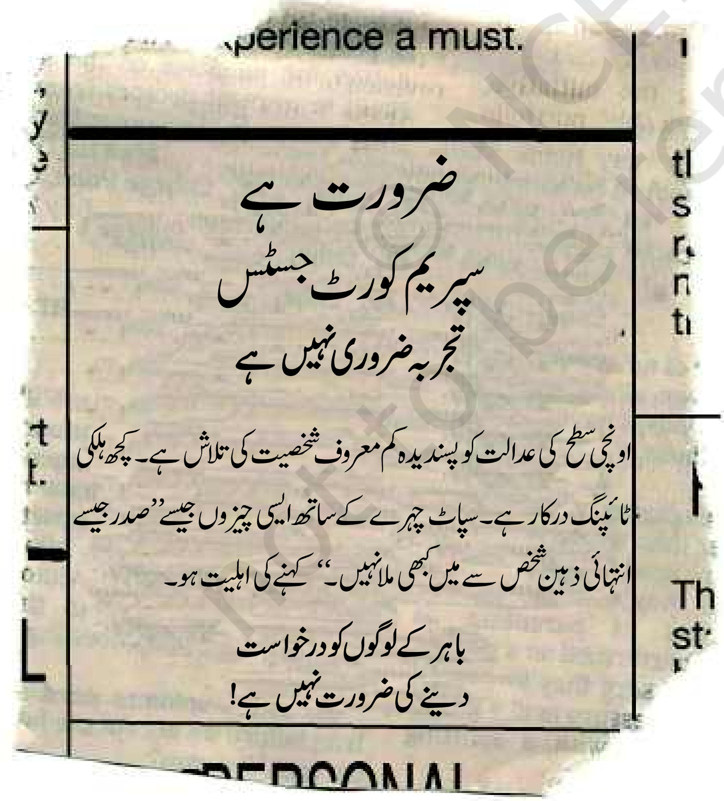

...perience a must.

ضرورت ہے
سپریم کورٹ جسٹس
تجربہ ضروری نہیں ہے

اونچی سطح کی عدالت کو پسندیدہ کم معروف شخصیت کی تلاش ہے۔ کچھ ہلکی ٹائپنگ درکار ہے۔ سپاٹ چہرے کے ساتھ ایسی چیزوں جیسے "صدر جیسے انتہائی ذہین شخص سے میں کبھی ملا نہیں۔" کہنے کی اہلیت ہو۔

باہر کے لوگوں کو درخواست دینے کی ضرورت نہیں ہے!

سرگرمی

ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ میں چل رہے کسی اہم عدالتی مقدمے کے بارے میں خبریں دیکھیے۔ اصل عدالتی فیصلہ کیا تھا؟ کیا ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ نے اُس کو بدل دیا؟ اس کی کیا وجہ تھی؟

© NCERT not to be republished

حکومت کے فیصلوں کے خلاف لوگوں کو عدالتوں میں جانے کی اجازت کیوں ہے؟

موجود ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ سپریم کورٹ ملک کے اندر موجود عدالتی انتظامیہ پر نگرانی رکھتا ہے۔ ملک کے اندر موجود تمام دوسری عدالتیں اس کے فیصلوں کی پابند ہوتی ہیں۔ یہ کسی بھی اختلاف کی سماعت کر سکتی ہے۔ مثلاً

- ملک کے شہریوں کے درمیان
- شہریوں اور حکومت کے درمیان
- دو یا اس سے زیادہ ریاستی حکومتوں کے درمیان؛ اور
- مرکزی حکومت اور ریاستی سطح کی حکومتوں کے درمیان۔

دیوانی اور فوجداری مقدمات میں یہ اپیل کی اعلیٰ ترین عدالت ہے۔ یہ ہائی کورٹس کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کی سماعت کر سکتی ہے۔

عدلیہ کی آزادی کا یہ مطلب ہے کہ یہ مقنّنہ یا عاملہ کے کنٹرول میں نہیں ہوتی۔ عدالتوں کے جج حکومت کی ہدایات کے مطابق یا برسراقتدار پارٹی کی مرضی کے مطابق عمل نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام جدید جمہوریتوں میں ایسی عدالتیں قائم ہیں جو مقنّنہ اور عاملہ کی دخل اندازی سے آزاد ہیں۔ ہندوستان نے جمہوریت کا یہی معیار حاصل کیا ہے۔ وزیر اعظم کی صلاح اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے مشورے سے صدر، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس کے ججوں کا تقرر کرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ عملی طور پر سپریم کورٹ کے سینئر جج سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس کے نئے ججوں کو منتخب کرتے ہیں۔ ان کے دائرہ کار میں سیاسی عاملہ کی دخل اندازی کے امکانات بہت کم ہیں۔ عام طور سے سپریم کورٹ کا سب سے زیادہ سینئر جج چیف جسٹس کے عہدے پر مامور کیا جاتا ہے۔ سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ میں جج کی حیثیت سے تقرری کے بعد، اُس کو اپنے عہدے سے ہٹانا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس کو اپنے عہدے سے ہٹانا اُتنا ہی مشکل ہے جیسا کہ صدر کو ہٹانا۔ کسی جج کو مواخذے کی صرف ایسی تحریک سے ہٹایا جا سکتا ہے جس کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے دو تہائی ممبران کی تعداد الگ الگ پاس کر دے۔ ہندوستانی جمہوریت کی تاریخ میں ایسا واقعہ کبھی پیش نہیں آیا۔

ہندوستان کے اندر عدلیہ بھی دنیا کی طاقتور ترین عدلیوں میں سے ایک ہے۔ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس کو ملک کے آئین کی ترجمانی کرنے کے اختیارات حاصل ہیں۔ اگر عدالتیں مقنّنہ کے کسی قانون یا کارروائی کو ملک کے آئین کے خلاف سمجھتی ہوں تو وہ مقنّنہ یا عاملہ کے کسی بھی قانون یا کارروائی کو ناجائز اور بے ضابطہ قرار دے سکتی ہیں، یہ قانون یا کارروائی مرکزی سطح پر ہو یا ریاستی سطح پر۔ ان کے سامنے پیش کرنے پر، یہ ملک کے اندر کسی بھی قانون یا عاملہ کی کارروائی کی آئینی معتبریت طے کر سکتی ہیں۔ اس کو عدالتی نظر ثانی کہتے ہیں۔ ہندوستان کی سپریم کورٹ کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ آئین کے قلب یا بنیادی اُصولوں کو پارلیمنٹ تبدیل نہیں کر سکتی۔

ہندوستانی عدلیہ کے اختیارات اور آزادی اس کو بنیادی حقوق کا محافظ بناتے ہیں۔ ہم باب ''شہریوں کے حقوق'' میں یہ پڑھیں گے کہ آئین میں ہوئے ذکر کے مطابق شہریوں کے حقوق کی کسی بھی خلاف ورزی کی صورت میں، اس کا تدارک کرنے کے لئے، شہریوں کو عدالتوں تک رسائی کا حق حاصل ہے۔ حالیہ سالوں میں عدالتوں نے عوامی مفادات اور انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے کئی فیصلے کئے ہیں۔ اگر حکومت کی کسی بھی کارروائی سے عوامی مفاد مجروح ہوتا ہو تو انصاف حاصل کے لیے کوئی بھی شخص عدالتوں کے دروازے پر دستک دے سکتا ہے۔ اس کو عوامی مفاد میں قانونی کارروائی (مقدمے بازی) کہا جاتا ہے۔ عدالتیں، فیصلہ کرنے میں سرکاری اختیارات

عکسی تمثال پڑھیے

ججوں کی نامزدگی کے لیے ریاستہائے متحدہ میں شہرت یافتہ سیاسی نظریات اور وابستگیاں ہونا ایک عام بات ہے۔ یہ فرضی اشتہار 2005 میں یو ایس اے میں اُس وقت منظر عام پر لایا گیا تھا جب صدر بش یو ایس کی سپریم کورٹ کے لیے مختلف اُمیدواروں کی نامزدگی پر غور کر رہے تھے۔ عدلیہ کی آزادی کے بارے میں یہ کارٹون کیا کہتا ہے؟ ہمارے ملک میں ایسے کارٹون کیوں نہیں چھپتے؟ کیا یہ بات ہماری عدلیہ کی آزادی کا مظاہرہ کرتی ہے؟

© NCERT not to be republished

کے غلط استعمال کو روکنے کے لیے دخل اندازی کرسکتی ہیں۔ یہ سرکاری افسران کی بدعنوانیوں کی جانچ کرسکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستانی عدالتوں کو اونچے درجہ کا عوامی اعتماد حاصل ہے۔

اپنی پیش رفت کی جانچ کیجیے

یہ دلیل کہ درج ذیل کی بابت ہندوستانی عدلیہ آزاد ہے۔ ہر ایک کے لیے وجہ پیش کیجیے۔

(i) ججوں کی تقرری...

(ii) ججوں کی برطرفی...

(iii) عدلیہ کے اختیارات...

فرہنگ

مخلوط حکومت: مقنّنہ میں کسی بھی ایک پارٹی کو ممبران کی اکثریتی حمایت حاصل نہ ہونے کی صورت میں دو یا دو سے زیادہ سیاسی پارٹیوں کے اتحاد سے بنائی گئی حکومت۔

عاملہ: افراد کا وہ ادارہ جسے اہم پالیسیوں کے شروع کرنے اور آئین اور ملک کے قوانین کی بنیاد پر فیصلے کرنے، اُن کو نافذ کرنے کا اختیار ہو۔

حکومت: اداروں کا ایک ایسا مجموعہ جو ملک میں بانظم اور باضابطہ زندگی کی یقین دہانی کے لیے قوانین بنانے، نافذ کرنے اور ترجمانی کرنے کے اختیارات رکھتی ہے۔ وسیع معنوں میں کوئی حکومت انتظام چلاتی ہے اور ملک کے افراد اور وسائل پر نگرانی کرتی ہے۔

عدلیہ: ایک ایسا ادارہ جس کو انصاف کرنے اور قانونی جھگڑوں کو طے کرنے کے لیے طریق کار مہیا کرنے کے اختیارات سونپے جاتے ہیں۔

مقنّنہ: کسی ملک کے لیے قوانین وضع کرنے کے اختیارات کے ساتھ عوامی نمائندوں کی ایک مجلس۔ قانون وضع کرنے کے علاوہ مقنّنہ کو ٹیکسوں میں اضافہ، بجٹ اور دیگر مالیاتی بلوں کو قبول کرنے کا اختیار ہے۔

آفس میمورینڈم: وہ ترسیل جو حکومت کی پالیسی یا فیصلے کو بیان کرنے والی موزوں اتھارٹی کے ذریعہ جاری کی جاتی ہے۔

سیاسی ادارہ: حکومت کے کردار کو باضابطہ بنانے اور ملک کے اندر سیاسی زندگی کو چلانے کے لیے طریق کار کا ایک مجموعہ۔

تحفظات (ریزرویشن): ایک ایسی پالیسی جو سرکاری ملازمتوں میں ایسے لوگوں اور طبقات کے لیے چند آسامیوں کو محفوظ کرنے کا اعلان کرتی ہے جو تفریق، غیر مساوات اور پسماندگی کا شکار رہے ہوں۔

ریاست: ایک مقررہ علاقے پر قابض، ایک منظّم حکومت رکھتے ہوئے اور داخلہ اور خارجہ پالیسی بنانے میں اختیار رکھتے ہوئے ایک سیاسی مجلس۔ حکومتیں بدل سکتی ہیں لیکن ریاست جاری اور برقرار رہتی ہے۔ عام زبان میں ملک، قوم اور ریاست جیسی اصطلاحات مترادف ہیں۔

© NCERT not to be republished

1 اگر آپ کا انتخاب ہندوستان کے صدر کی حیثیت سے ہو جائے، تو درج ذیل میں سے وہ کون سے فیصلے ہیں جو آپ اپنی مرضی سے کر سکتے ہیں۔

a آپ اپنی پسند سے وزیراعظم چن سکتے ہیں۔

b اُس وزیراعظم کو برطرف کر سکتے ہیں جس کو لوک سبھا میں اکثریت حاصل ہو۔

c دونوں ایوانوں میں پاس بل پر دوبارہ غور کرنے کے لیے کہہ سکتے ہیں۔

d مجلس وزراء میں اپنی مرضی کے لیڈر نامزد کر سکتے ہیں۔

2 مندرجہ ذیل میں سے کون سا سیاسی عاملہ کا ایک حصہ ہے۔

a ضلع کلکٹر

b وزارت داخلہ کا سکریٹری

c وزیر داخلہ

d پولیس کا ڈائریکٹر جنرل

3 عدلیہ کے بارے میں مندرجہ ذیل بیانات میں سے کون سا غلط ہے؟

a پارلیمنٹ میں پاس کئے گئے ہر قانون کو سپریم کورٹ کی منظوری ضروری ہے۔

b اگر کوئی قانون آئین کے جذبے کے خلاف ہو تو عدلیہ اُس کو باطل قرار دے سکتی ہے۔

c عدلیہ، عاملہ سے آزاد ہے۔

d اگر کسی شخص کے حقوق کی خلاف ورزی ہو تو کوئی بھی شہری عدالتوں تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

4 درجہ ذیل اداروں میں سے کون سے ملک کے موجودہ قوانین کو بدل سکتے ہیں؟

a سپریم کورٹ

b صدر

c وزیراعظم

d پارلیمنٹ

5 خبروں کے ساتھ اُس وزارت کو ملایئے جو وہ جاری کر سکتی ہے:

(الف)	ملک سے جوٹ کی برآمدات میں اضافے کے لیے ایک نئی پالیسی بنائی جارہی ہے۔	(i)	وزارتِ دفاع
(ب)	دیہی علاقوں میں ٹیلی فون خدمات زیادہ قابلِ رسائی ہوں گی۔	(ii)	وزارتِ صحت
(ج)	عوامی تقسیم کے نظام (PDS) کے تحت چاول اور گیہوں کی قیمتیں کم ہوں گی۔	(iii)	وزارتِ زراعت، غذا اور عوامی تقسیم
(د)	پلس پولیو مہم چلائی جائے گی۔	(iv)	وزارتِ تجارت اور صنعت
(ہ)	اونچی بلندی والے علاقوں پر تعینات فوجیوں کے الاؤنس میں اضافہ کیا جائے گا۔	(v)	وزارتِ ترسیل اور معلوماتی ٹکنالوجی

© NCERT not to be republished

6 جن اداروں کے بارے میں ہم نے اس باب میں علم حاصل کیا ہے، ان میں سے ایک ایسے ادارے کا نام بتایئے جو درج ذیل معاملات پر اپنے اختیارات کا استعمال کرتا ہے۔

a سڑکوں اور آب پاشی وغیرہ اور شہریوں کے لیے مختلف فلاحی سرگرمیوں جیسے بنیادی ڈھانچوں کے فروغ کے لیے رقم کی تقسیم پر فیصلہ۔

b اسٹاک ایکسچینج کو باضابطہ بنانے کے لیے قانون پر ایک کمیٹی کی سفارشات پر غور کرے۔

c دو ریاستی حکومتوں کے درمیان قانونی جھگڑے کا فیصلہ کرے۔

d زلزلہ متاثرہ لوگوں کو راحت مہیا کرنے کے لیے فیصلے کا نفاذ۔

7 ہندوستان میں وزیر اعظم کا انتخاب عوام براہِ راست کیوں نہیں کرتے؟ مناسب ترین جواب چنئے اور اپنے انتخاب کے لیے وجوہات بتایئے۔

a پارلیمانی طرزِ حکومت میں لوک سبھا کے اندر صرف اکثریتی پارٹی کا لیڈر وزیر اعظم بن سکتا ہے۔

b لوک سبھا وزیر اعظم اور مجلسِ وزراء تک کو اُن کی مدت کے اختتام سے پہلے ہٹا سکتی ہے۔

c چونکہ صدر، وزیر اعظم کا تقرر کرتا ہے، اس لیے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

d وزیر اعظم کو براہِ راست انتخاب میں الیکشن پر کافی خرچہ آئے گا۔

8 تین دوست ایک ایسی فلم دیکھنے گئے جس میں فلم کا ہیرو ایک دن کے لیے وزیر اعظم بن گیا اور اس نے ریاست میں بڑی بڑی تبدیلیاں کیں۔ عمران بولا ملک کو ایسے ہی وزیر اعظم کی ضرورت ہے۔ رضوان نے کہا کہ بغیر اداروں کے ایسی ذاتی حکومت بڑی خطرناک ہے۔ شنکر بولا یہ تمام تو بس واہمہ یا ذہنی شبیہ (Fantasy) ہے۔ کوئی بھی وزیر اعظم ایک دن کے اندر ایسے کام نہیں کرسکتا۔ ایسی فلم دیکھ کر آپ کے ذہن میں کیا ردّعمل ہوگا؟

9 ایک اُستاد فرضی پارلیمنٹ کے لیے تیاریاں کر رہا تھا؟ اُس نے دو ایسے طلبا بلائے جن کو دو سیاسی پارٹیوں کے لیڈروں کی اداکاری کرنی تھی۔ اُن کو لوک سبھا میں ایک ایسے لیڈر کا رول چنا تھا جس کو فرضی لوک سبھا میں اکثریت حاصل ہو یا پھر فرضی راجیہ سبھا میں۔ اگر یہی انتخاب آپ کو دیا جائے تو آپ کون سی صورت کا انتخاب کریں گے اور کیوں؟

10 ملازمتوں میں تحفظ کے حکم کی مثال پڑھنے کے بعد تین طلباء کے ذہنوں میں عدلیہ کے کردار کے بارے میں مختلف ردّعمل پیدا ہوئے۔ عدلیہ کے کردار کو پڑھنے کے بعد آپ کے مطابق کون سا طریقہ درست ہے؟

a سری نواس یہ دلیل پیش کرتا ہے، چونکہ سپریم کورٹ نے حکومت کے اعلان کردہ حکم سے اتفاق کیا، اس لیے یہ آزاد نہیں ہے۔

b انجئیہ کہتا ہے کہ عدلیہ آزاد اس لیے ہے کیونکہ یہ حکومت کے حکم نامے کے خلاف بھی فیصلہ دے سکتی تھی۔ سپریم کورٹ نے اس حکم نامے میں اصلاح کرنے کی ہدایت تو دے ہی دی تھی۔

مشقیں

c وجے کہتا ہے کہ سپریم کورٹ نہ تو آزاد ہے اور نہ ہی کسی کے طابعدار، بلکہ یہ تو مخالف پارٹیوں کے درمیان ایک ثالث کا کردار نبھاتی ہے۔ عدالت نے تو اُن دونوں پارٹیوں کے درمیان توازن برقرار رکھا جو اس کی حامی تھیں اور وہ جو اس حکم نامے کی مخالف تھی۔

پچھلے ہفتے کے اخبارات جمع کیجیے اور زیر بحث آئے کسی بھی اداروں کے طریق کار سے وابستہ خبروں کی درجہ بندی تین گروپوں میں کیجیے۔

- مقننہ کا طریق کار
- سیاسی عاملہ کا طریق کار
- سرکاری ملازمتوں (سول سروسیز) کا طریق کار
- عدلیہ کا طریق کار

© NCERT not to be republished